بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حرف اول

موتُ العالِم موتُ العالَم

پروفیسر احمد یار احمد صاحب کو مرحوم لکھتے ہوئے قلم کانپتا اور دل لرزتا ہے' لیکن ان بعض تلخ حقائق میں جن کا اس حیات مستعار کے ساتھ چولی دامن کا ساتھ ہے' انہی میں ایک موت بھی ہے کہ جس سے کسی ذی حیات کو مفر نہیں۔ "کل نفس ذائقہ الموت" کے قاعدہ کلیہ سے انبیاء و رسل مستثنیٰ نہیں تو اور کوئی اس ضابطے سے ماوراء کیونکر ہو سکتا ہے۔

حافظ صاحب مرحوم ۱۵ مئی کی شب ہمیں داغ مفارقت دے گئے۔ قریباً تین ماہ قبل ماہ رمضان المبارک کے دوران ان پر بیماری کا شدید حملہ ہوا تھا۔ وہ گزشتہ کئی برسوں سے ایک خاص نوع کے عارضہ قلب میں مبتلا تھے جس کے زیر اثر ان کے نظام تنفس میں مستقل نقص پیدا ہو چکا تھا۔ ادویات کے مسلسل اور باقاعدہ استعمال کے باعث مرض ایک حد تک کنٹرول میں تھا اور ڈاکٹروں کی سختی سے ہدایت تھی کہ دوا کا ناغہ نہ ہونے پائے۔ روزہ رکھنے کی انہیں ڈاکٹروں کی طرف سے قطعاً اجازت نہیں تھی۔ اس رمضان سے قبل وہ اپنی صحت کچھ بہتر محسوس کر رہے تھے' چنانچہ انہوں نے ڈاکٹر حضرات کے مشوروں اور ہدایات کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ اغلباً یہ چودھواں روزہ تھا جب افطاری کے بعد ان کی طبیعت اچانک بگڑ گئی۔ فوری اور ہنگامی علاج سے وقتی افاقہ تو ہوا لیکن عیدالفطر کے فوراً بعد وہ تکلیف عود کر آئی۔ اس بار بیماری کا حملہ اتنا شدید تھا کہ ہسپتال داخل کرنا ناگزیر ہو گیا اور پھر ۱۴/ فروری سے ۲۴/ مارچ تک وہ مسلسل چالیس روز پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں زیر علاج رہے اور اس دوران ان کی صحت کی مخدوش کیفیت کے پیش نظر زیادہ عرصہ انہیں انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا گیا۔ اس دوران ایک مرحلہ وہ بھی آیا جب دل نے اچانک کام کرنا چھوڑ دیا۔ ڈاکٹروں کے بقول وہ زندگی کی سرحد پھلانگ کر موت کی حدود میں داخل ہو چکے تھے کہ بالآخر دل کو حرکت دینے اور سانس کی آمد و رفت بحال کرنے کی ہنگامی اور مصنوعی کوششیں بار آور ہوئیں۔ نوشتہ تقدیر میں ان کے لئے جو وقت معین تھا اس میں شاید ابھی کچھ روز باقی تھے۔ حافظ صاحب کے چھوٹے بیٹے کرنل ذوالقرنین جن کی رہائش راولپنڈی میں ہے اور چاروں بیٹیاں اور داماد تو اس پورے عرصے میں حافظ صاحب کی خدمت اور دیکھ بھال کے لئے موجود تھے ہی' بڑے بیٹے ڈاکٹر نعم العبد بھی ہنگامی بنیادوں پر چھٹی لے کر ریاض

(سعودی عرب) سے لاہور پہنچ گئے تھے اور اپنے والد کی خدمت کے لئے ہمہ وقت موجود تھے۔ ۲۴/مارچ کو ڈاکٹروں کی اجازت سے انہیں ہسپتال سے گھر منتقل کر دیا گیا۔ اس پورے عرصے میں معدے کی حساسیت کے باعث چونکہ کوئی ٹھوس غذا معدے میں ٹھہرتی نہیں تھی بلکہ فوراً قے ہو جاتی تھی اور صرف چند گھونٹ پانی' شربت یا چند چمچ دودھ بمشکل ان کی روزانہ کی خوراک تھی' لہٰذا نقاہت اور ضعف کا معاملہ نہایت تشویشناک صورت اختیار کر چکا تھا اور ضروری تھا کہ ان کی نگہداشت کے لئے ۲۴ گھنٹے کوئی نہ کوئی فرد ان کے پاس موجود رہے۔ چنانچہ اس کے سوا اب کوئی چارہ نہ تھا کہ کرنل ذوالقرنین انہیں اپنے ساتھ راولپنڈی لے جائیں۔ جہاں ہردم خدمت کے لئے مستعد رہنے والے نرم مزاج اور نرم گفتار بیٹے ذوالقرنین کی رفاقت کے ساتھ ساتھ علاج معالجے کی بھی ہر سہولت حاصل تھی۔ چنانچہ ۲۷/مارچ کو وہ نہایت بوجھل دل کے ساتھ اپنے دونوں بیٹوں کی معیت میں راولپنڈی روانہ ہو گئے۔ اپنے بیٹوں کے شدید اصرار کے باوجود ساری زندگی انہوں نے اپنا گھر چھوڑ کر کسی بیٹے یا بیٹی کے ہاں رہنا گوارا نہیں کیا تھا۔ انہیں اپنی کتابوں اور اپنے اس طویل اور کشادہ کمرے سے جس میں چاروں طرف کتابوں اور رسالوں سے بھری الماریوں کے علاوہ بھی کوئی گوشہ اور کوئی انچ' سوائے کمرے میں بچھی ہوئی ان کی چارپائی اور جائے نماز کے' کتابوں سے خالی نظر نہ آتا تھا' اتنا دلی لگاؤ اور تعلق خاطر تھا کہ وہ کسی قیمت پر ان سب سے الگ ہو کر کہیں اور رہنے کے لئے تیار نہ تھے۔ لاہور سے روانگی کے وقت وہ اپنے عزیز و اقارب سے اور راقم السطور سے بھی یہ کہہ کر گئے تھے کہ "جیسے ہی میری صحت کچھ بہتر ہوئی میں فوراً واپس آ جاؤں گا" اور میرا اندازہ ہے کہ ایک ڈیڑھ ماہ کے بعد میری واپسی ہو جائے گی"۔ راولپنڈی میں وہ بمشکل ڈیڑھ ماہ ہی مقیم رہ سکے۔ اس دوران ان کی مجموعی صحت میں قدرے افاقہ تو ہوا لیکن سانس کی تکلیف پر قابو نہ پایا جا سکا۔ ۱۴/مئی کو طبیعت اچانک بہت بگڑ گئی۔ ہسپتال داخل کرایا گیا لیکن طبیعت بگڑتی چلی گئی۔ یہاں تک کہ ۱۵/مئی کو رات دس بجے وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ وفات کے وقت حافظ صاحب مرحوم کی عمر قریباً ۷۷ برس تھی۔

حافظ صاحب کا انتقال شب جمعہ میں ہوا۔ جمعہ کے دن صبح ۱۰ بجے میت لاہور پہنچی۔ ان کی نماز جنازہ' نماز جمعہ کے فوراً بعد مسجد دارالسلام میں ادا کی گئی جہاں آج سے ربع صدی قبل وہ مسلسل کئی سال جمعہ کی خطابت کی ذمہ داری نبھاتے رہے ہیں۔ مرکزی انجمن کے صدر موسس اور امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ جنازہ سے قبل حافظ صاحب کی خدمات قرآنی کا ذکر کرتے ہوئے ان کی آواز بھر آئی اور آنکھیں بھیگ گئیں۔ حافظ صاحب مرحوم کے بارے

میں محترم ڈاکٹر صاحب کے یہ الفاظ نہایت بامعنی اور مناسب حال ہیں کہ "وہ ایک سچے عاشق قرآن اور خادم کتاب مبین تھے"۔ جمعہ کی برکت سے نماز جنازہ میں ڈیڑھ دو ہزار افراد شریک تھے۔ حافظ صاحب مرحوم کی تدفین ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں ہوئی۔ ان کا آبائی قبرستان اگرچہ جھنگ میں ہے لیکن حافظ صاحب کی اپنی خواہش کے مطابق انہیں قرآن اکیڈمی کے قریب ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں سپرد خاک کیا گیا۔ یوں علوم و معارف قرآنی کا ایک گراں قدر باب ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔
آسماں ان کی لحد پر شبنم افشانی کرے۔

قارئین "حکمت قرآن" میں سے اکثر کا حافظ صاحب مرحوم سے تعارف ان کے بلند پایہ علمی اور نہایت مفید تحقیقی کام "لغات و اعراب قرآن" کے حوالے سے تھا۔ تاہم قارئین کی ایک اچھی تعداد وہ بھی ہے جنہیں عربی زبان اور دیگر علوم قرآنی کے حصول کے ضمن میں قرآن اکیڈمی اور قرآن کالج میں حافظ صاحب سے براہ راست استفادہ کا موقع بھی ملا۔ خواہش یہ تھی کہ حافظ صاحب مرحوم کے مختصر حالات زندگی بھی شامل شمارہ کر دیئے جائیں اور مرحوم کی شخصیت کے بارے میں راقم السطور کے ذاتی احساسات و تاثرات بھی ضبط تحریر میں آجائیں۔ اس لئے کہ گزشتہ دس بارہ سالوں کے دوران راقم کا حافظ صاحب مرحوم سے جو رابطہ اور قرب رہا اور حافظ صاحب کی جو شفقت اسے حاصل رہی' اس کے پیش نظر قلم بہت کچھ لکھنے کے لئے بے قرار ہے۔ اگر اللہ کو منظور ہوا تو یہ قرض آئندہ ماہ چکا دیا جائے گا۔

☆ ☆ ☆

"لغات و اعراب قرآن" کی قسط اس بار شامل شمارہ نہیں کی جا سکی۔ حافظ صاحب مرحوم کی تیار کردہ ابھی چند مزید اقساط ہمارے پاس موجود ہیں۔ ہماری پوری کوشش ہو گی کہ یہ سلسلہ بند نہ ہونے پائے۔ دیکھنا یہ ہے کہ کون باصلاحیت صاحب ہمت اس کام کو آگے بڑھانے کے لئے وقت کا ایثار کرنے اور جان کھپانے کے لئے تیار ہوتا ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ وہ حافظ صاحب مرحوم کو اس کا صلہ اور اجر عطا فرمائے اور اس کام کو ان کے لئے صدقہ جاریہ بنا دے۔ (آمین)

★★★